رسائل و مسائل

لائسنسوں کی خرید و فروخت

ملک غلام علی صاحب

سوال:۔ میں کاغذ کا کاروبار کرتا ہوں۔ پچھلے چند ماہ سے اس تجارت میں ایک نئی نہج کا کاروبار شروع ہوا ہے جس سے دل مطمئن نہیں بلکہ اس کے حرام ہونے میں ایک گونہ یقین ہے۔ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ حالیہ حکومت نے اخبارات و جرائد کے پُر زور مطالبہ پہ اُن کو نیوز پرنٹ درآمد کرنے کی کھلی اجازت دی ہے۔ اس میں ضرورت کا لحاظ رکھے بغیر ہر چھوٹے بڑے اخبار یا رسالے وغیرہ کو یا یوں کہیے کہ ہر ڈیکلریشن کے مالک کو کھلی اجازت ہے کہ وہ جتنا چاہے مال درآمد کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو احکامات جاری ہوئے ہیں وہ بظاہر تو یوں ہیں کہ نیوز پرنٹ کے صارفین کو اپنی ضرورت کے لیے سستے داموں مال میسر آئے اور اس کی مقدار کے لحاظ سے بھی وہ گذشتہ دَور کی طرح حکومت کے دست نگر نہ ہوں۔

لیکن لائسنسوں کا اجرا جس انداز سے جاری ہے اس کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی ضرورت کے بجائے مال منگوا کر مارکیٹ میں بازار کے بھاؤ فروخت کر کے پیسہ بھی کمائیں۔ چنانچہ اب جس کسی کے پاس بھی ڈیکلریشن ہے وہ لائسنس کے لیے درخواست دے کر حسب منشا مالیت کا لائسنس حاصل کرتا ہے اور اس پہ مال منگوانے کے بجائے بازار میں محض لائسنس ۱۰٪ یا ۱۲٪ یا جو چالو نرخ ہو، پہ فروخت کر کے خریدار کو ایک مختار نامہ دے دیتا ہے کہ فلاں شخص اس لائسنس

سے متعلقہ بنک اور کسٹم وغیرہ کی تمام کارروائیاں پوری کرے گا۔ اس میں ظاہری صورت تو اگرچہ یہی رہتی ہے کہ جس کے نام لائسنس جاری ہوا ہے اُسی کے نام لیٹر آف کریڈٹ کھلتا ہے اور ظاہراً وہی مال منگوا رہا ہوتا ہے۔ مگر حقیقی پوزیشن یہ ہے کہ لائسنس کا مالک محض لائسنس کے دام کھرے کرکے الگ ہو چکا ہوتا ہے اور اس کے بعد عملاً لائسنس پر مال منگوانے اور فروخت کرنے اور نفع و نقصان کا ذمہ دار وہ شخص ہوتا ہے جس نے لائسنس خریدا ہو۔

اِس سلسلہ میں چند بنیادیں جن کی وجہ سے میں یہ معاہدۂ بیع و شریٰ (اوّلاً محض لائسنسوں کی خرید و فروخت اور پھر اس خریدے ہوئے لائسنس پر مال منگوانا) ناجائز یا حرام سمجھتا ہوں، درج ذیل ہیں:-

۱۔ اس میں بیع و اشترا کسی چیز (COMMODITY) کا نہیں۔ بلکہ بنیادی طور پر پہلے مجرّد لائسنس فروخت ہوتا ہے۔ (حتیٰ کہ اس لائسنس پر منگوائے جانے والے مال کی تصریحات بھی درج ذیل نہیں ہوتیں یعنی یہ درج نہیں ہوتا کہ مال کہاں سے آئے گا، کس سائز میں آئے گا یا کس نرخ پر آئے گا وغیرہ) اور اس سلسلہ میں احادیث پائی جاتی ہیں جن میں ایسی خرید و فروخت کی قطعی ممانعت کی گئی ہے جس میں کوئی وجود رکھنے والی چیز کا لین دین نہ ہو۔

۲۔ جس کے نام لائسنس جاری ہوتا ہے وہ ایک طے شدہ رقم مثلاً لائسنس کی مالیت کا ۱۰٪ یا جو بھی طے پا جائے لے کر الگ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد لائسنس خریدنے والا مال منگواتا ہے اور نفع و نقصان کا تمام تر ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے۔ اس طرح اِس میں قمار اور سود کی قدر مشترک نظر آتی ہے۔

۳۔ متعدد احادیث اِس مضمون کی ملتی ہیں جن میں کچی فصل یا کچے باغ وغیرہ کی خرید و فروخت منع فرمائی گئی ہے۔ اگرچہ مجتہدین نے اس معاملہ میں بعض رعائتیں مہیا کی ہیں مگر میرے خیال میں محض لائسنس ان تخفیفات میں نہیں آتے، کیونکہ محض لائسنس نہ صرف یہ کہ کچی کھیتی کے زمرے میں نہیں آتے بلکہ اس کھیتی کی تو ابھی کونپلیں بھی نمودار نہیں ہوئی ہوتیں۔ (جیسا کہ اوپر مَیں وضاحت کر چکا ہوں کہ لائسنس میں مکمل تصریحات تک نہیں ہوتیں)۔

اس کے برعکس بعض ایسے کاروباری لوگ ایسے ہیں جن کا کہنا ہے کہ حکومت نے چونکہ

اخبارات وغیرہ کو یہ رعایت ہی اس غرض کے لیے دی ہے کہ وہ اس رعایت کو ذریعۂ تجارت بنائیں۔ لہٰذا حکومت کی نیت ہی اگر یہ ہو تو ایسے لائسنس خرید کر ان پر مال منگوانے میں کوئی قباحت نہیں تو اس بارے میں بھی میرا خیال ہے کہ حکومت کی نیت کو اگر ایسا بھی سمجھ لیا جائے تو بھی محض لائسنسوں کی خرید و فروخت اور پھر اس خرید سے ہوئے لائسنس پر مال منگوانا جائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ البتہ لائسنسوں کا استحقاق رکھنے والے حضرات اگر اپنے طور پر خود مال درآمد کرنے کے بعد مال فروخت کریں تو وہ بیع کی تعریف میں آسکتا ہے۔ جبکہ لائسنسوں کی خرید و فروخت کا معاملہ بیع کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنی تحقیق کی روشنی میں اس مسئلے پر مکمل روشنی ڈالیں بلکہ بہتر ہوگا اگر جواب میں حوالہ جات بھی درج فرمادیں۔ اوپر درج شدہ تین بنیادوں کے علاوہ بھی اگر مزید دلائل اور بنیادیں اس معاملہ کی حلت یا حرمت کے متعلق ہوں تو وہ بھی تحریر فرمادیں۔ مکمل اور تفصیلی جواب سے مرحمت فرمادیں۔

جواب:- آپ کا یہ موقف از روئے شریعت بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حکومت بعض اشیاء کی خرید یا درآمد کے لیے جو اجازت نامے، پرمٹ یا لائسنس دیتی ہے اور جو کسی متعین فرد یا ادارے کے نام پر جاری ہوتے ہیں۔ ان اجازت ناموں کی بیع و شریٰ یا مالی منفعت کے عوض میں انہیں کسی دوسرے فریق کے تصرف میں دے دینا جائز نہیں ہے۔ فقہاء و محدثین نے بیع کی عام اور اصولی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں مال کا مبادلہ مال کے عوض میں ہو۔ اگر مال کا تبادلہ ایسے سکے سے ہو جو اصطلاحاً قیمت یا ثمن کا حامل ہو تو یہ صورت بھی جائز ہوگی۔ مگر پرمٹ یا اجازت نامہ اصطلاحاً یا حقیقتاً کوئی قدر قیمت یا مالیت اپنے اندر نہیں رکھتا اس لیے یہ مال کی تعریف میں نہیں آسکتا، نہ اس کی خرید و فروخت جائز قرار دی جا سکتی ہے۔ پرمٹ درحقیقت مال کے حصول کا ایک وعدہ یا اجازت ہے۔ جب تک وہ مال فریق اوّل کے ہاتھ میں نہ آئے وہ ایک معدوم یا غیر مقبوض چیز کو آگے کیسے فروخت کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آثار صحابہ بالکل واضح ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض کی ایک حدیث ہے:-

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتاع طعامًا فلا یبعہ حتی یقبضہ ۔ قال ابن عباس واحسب کل شیءٍ لو بمنزلۃ الطعام۔

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانے کی چیز خریدے تو جب تک خرید کر اس کا قبضہ حاصل نہ کر لے اُسے نہ بیچے۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ میں ہر چیز کو کھانے کی چیز کے حکم میں شمار کرتا ہوں)۔

صحیح مسلم میں آگے حضرت عبداللہؓ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی متعدد احادیث اسی مضمون کی موجود ہیں۔ اس کے بعد یہ خاص روایت آتی ہے جو عین اسی صورت پر منطبق ہوتی ہے جو ہمارے سامنے زیر بحث ہے اور وہ یہ ہے:

عن ابی ھریرۃ انہ قال لمروان احللت بیع الربا ۔ فقال مروان: مَا فعلتُ ۔ فقال ابوھریرۃ احللتَ بیع الصکاک وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یستوفی ۔ فخطب مروان الناس فنھی عن بیعھا ۔ قال سلیمان فنظرت الی حرس یاخذونھا من ایدی النّاس۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مروان سے کہا کہ تم نے سود کو حلال کر دیا۔ مروان نے کہا، میں نے کیا کیا ہے؟ (یا میں نے تو ایسا نہیں کیا)۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، تم نے تحریری دستاویزات کی خرید و فروخت کو جائز کر دیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ حاصل کردہ جنس پر پوری طرح قبضہ اور وصول سے پہلے اُسے بیچا جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں سے یہ کاغذ واپس لے رہے ہیں)

اس حدیث کی پوری تشریح و تفصیل ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو موطا امام مالک، کتاب البیوع، میں یوں مروی ہے:

عن مالک ان صکوکًا خرجت للناس فی زمان مروان بن الحکم من طعام الجار فتبایع الناس تلک الصکوک بینھم قبل ان یستوفوھا فدخل زید بن ثابت ورجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقالا: اتحل بیع الربا یا مروان؟ فقال مروان: اعوذ باللہ، وما ذلک؟ فقالا: ھذہ الصکوک تبایعھا الناس ثم باعوھا قبل ان یستوفوھا فبعث مروان الحرس یتبعونھا۔ فینزعونھا من ایدی الناس و یردّونھا الی اھلھا۔

(امام مالکؒ سے روایت ہے کہ مروان کے زمانے میں لوگوں کے نام اس غلّے کے پروانے یا اجازت نامے جاری کیے گئے جو (سمندر کے کنارے ایک مقام) جار پر موجود تھا۔ لوگوں نے اس غلے کے حصول سے پہلے ہی ان تحریری پروانوں کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ حضرت زیدؓ بن ثابت اور ایک دوسرے صحابی مروان کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے مروان! کیا تم نے سودی لین دین کو حلال کر دیا ہے؟ مروان نے جواب دیا: خدا کی پناہ، کیا بات ہے؟ دونوں صحابہ نے فرمایا: لوگوں نے یہ پرمٹ حکومت سے خریدے، پھر ان پر غلبہ حاصل کیے بغیر انہیں بیچ دیا۔ اس پر مروان نے پولیس بھیجی جو ان کا پیچھا کرتی تھی اور اجازت ناموں کو لوگوں سے چھین کر ان کو واپس کرتی تھی جن کے نام یہ جاری ہوئے تھے)

ان احادیث کے مضمون اور ان کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے متعدد مطالب و حقائق سمجھ میں آتے ہیں۔ مثلاً ایک اصولی حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ ایک حاکم یا صاحبِ اقتدار کے عہد میں جو اہم واقعہ یا رواج نمودار ہوتا ہے، اس کی ذمہ داری براہ راست اس پر عائد ہوتی ہے۔ خواہ اس کے کسی متعین حکم کے نتیجے میں وہ رُونما ہوا ہو یا نہ ہو۔ کوئی بُرائی یا غیر اسلامی کارروائی اگر کھلم کھلا ایک عامل کی عملداری میں صادر ہوا اور عامل اس کی روک تھام نہ کرے تو اس بُرائی کا ذمہ دار بھی وہی قرار دیا جائے گا۔ مروان حضرت معاویہؓ کا مدینہ میں گورنر تھا۔ اس نے خود ان پرمٹوں کی خرید و فروخت کا اذن نہیں دیا تھا، نہ اس کے علم میں یہ بات ہوگی، ورنہ وہ اس طرح اظہار برات نہ کرتا، نہ اپنے کوتوالوں کو لوگوں کے تعاقب میں بھیج کر یہ پروانے واپس کراتا۔ اس کے باوجود صحابہ کرام نے اس فعل کو اس کی جانب منسوب کیا۔ اور اس نے جواب میں اپنی ذمہ داری کو تسلیم کیا۔ ابن عبد الباقی زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ترکِ فعل (OMISSION) بھی فعل (COMISSION) کی تعریف میں داخل ہے۔

دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زیدؓ ابن ثابت سب

نے حکم ممانعت کو صرف اجناسِ خوردنی تک محدود نہیں سمجھا، بلکہ دوسری اشیاء حتّٰی کہ ان کے اجازت ناموں کی خرید و فروخت کو بھی اس وقت تک جائز قرار نہیں دیا جب تک کہ کوئی مال (COMMODITY) بائع کے قبضے میں نہ ہو۔ اور وہ اس کا قبضہ مشتری کو نہ دلا دے۔ یہی اصول دیگر احادیث صحیحہ میں بھی مذکور ہے۔ پھر مجلسِ عام میں اس قضیے کا پیش ہونا اور اس کے فیصلے سے کسی صحابی کا اختلاف مذکور نہ ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ صحابہ کرام اور اہل مدینہ کا ایک اجتماعی فیصلہ تھا جس کی رُو سے ان اجازت ناموں کی خرید و فروخت کو سودی کاروبار میں داخل قرار دیا گیا۔ اس اجماعی تعامل کی مزید وضاحت موطا میں وارد اگلی روایت سے ہوتی ہے جو درج ذیل ہے:

عن یحیٰی بن سعید انہ سمع جمیل بن عبد الرحمٰن یقول لسعید بن المسیب: انی رجل ابتاع من الارزاق التی تعطی الناس بالجار ما شاء اللہ ثم ارید ان ابیع الطعام المضمون علیّ الی اجل، فقال لہ سعید: ترید ان توفیھم من تلک الارزاق التی ابتعت؟ فقال نعم۔ فنھاہ عن ذلک۔

(امام مالک یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جمیل بن عبد الرحمٰن سے سنا کہ وہ حضرت سعید بن مسیّب سے کہہ رہے تھے: میں ایسا آدمی ہوں کہ اس خوراک میں سے خرید لیتا ہوں جو لوگوں کے لیے جار کے مقام پر مقرر ہے۔ پھر میں چاہتا ہوں کہ جس خوراک کی مجھے ضمانت دی اجازت دی گئی ہے، میں اسے ادھار فروخت کر دوں۔ حضرت سعید نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ لوگوں کے ہاتھ وہ غلہ بیچو جو تم نے خریدا ہے (مگر وصول نہیں کیا)؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت سعید بن مسیّب نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا)۔

بعض حضرات کا استدلال یہ ہے کہ قبضہ و استیفاء کا سوال صرف اموال کے معاملے میں پیدا ہوتا ہے، جہاں تک حقوق اور متوقع منافع کا تعلق ہے، انہیں صاحبِ استحقاق جب چاہے، جس طرح چاہے دوسرے کی جانب منتقل کر سکتا ہے اور اس کا مناسب معاوضہ بھی لے سکتا ہے۔ سردست اس کے جواب میں اتنی بات کافی ہے کہ پرمٹ یا اجازت نامہ اس طرح کا مستقل و مؤکّد حق نہیں ہے جس طرح مثلاً قرض یا دَینِ مہر یا ترکے میں وارث کا حقِ وراثت ہے۔ پرمٹ حقیقی اعتبار سے حق (RIGHT) نہیں، بلکہ ایک مجرد رعایت و اجازت

یا اس کا وعدہ ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اجازت دہندہ اسے چاہے دے، چاہے نہ دے۔ یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے اور وہ جب چاہے اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکتا ہے۔ اس طرح کا مشروط اور ناقص حق یا صحیح تر الفاظ میں اذن یا وعدہ جب تک مال کی شکل میں ایفا نہ ہو، وہ کوئی لائقِ انتقال یا قابلِ انتفاع چیز نہیں ہے۔ بعض فقہائے کرام نے بھی یہی اصول بیان فرمایا ہے کہ اس طرح کے حقوقِ مجردہ (یا مفردہ) سے دستبرداری کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔ درِ مختار کتاب البیوع کے آغاز میں الاشباہ کے حوالے سے یہ قاعدہ درج ہے کہ:

لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعہ

(مجرد حقوق مثلاً حق شفعہ کا معاوضہ جائز نہیں)۔

مراد یہ ہے کہ کسی فروخت شدہ جائیداد میں اگر کسی شفیع کا حق شفعہ ثابت ہو، تو وہ یہ نہیں کر سکتا کہ خود تو شفعہ دائر نہ کرے لیکن اپنے حق کے عوض میں خریدار یا کسی دوسرے شفیع سے کوئی مالی بدل یا معاوضہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہی بات ردّ المحتار میں الاشباہ کے حوالے سے بطور تشریح درج ہے۔ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

فلو صالح عنھا بمال بطلت ورجع۔

(اس طرح کے حقوق مجردہ میں صاحبِ حق اگر کسی سے مال کے بدلے مصالحت و مفاہمت کرے گا تو یہ مصالحت باطل ہوگی اور اس سے رجوع لازم ہوگا)۔

تقریباً یہی حکم دوسرے الفاظ میں ابن عابدین نے البدائع سے یہاں نقل کیا ہے کہ:

الحقوق المفردۃ لا تحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنھا

(اس طرح کے مجرد حقوق کا مالک کسی دوسرے کو نہیں بنایا جا سکتا، نہ ان کے ترک پر دوسرے سے مصالحت ہو سکتی ہے)۔

اب آخر میں خاتمۂ بحث کے طور پر مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دیوبند کا ایک فتویٰ نقل کر دینا مناسب ہے جو اسی موضوع سے متعلق ہے اور جو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرتبہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ہفتم و ہشتم ص۲۱ پر یوں درج ہے:

منافع متوقع کی بیع درست نہیں

سوال:- ایک گاؤں ہے جس کا زمیندار یعنی زمین کا مالک تو زید ہے اور اس کا خراج یعنی جو محصول منجانب سلطانِ وقت اس زمیندار سے لیا جاتا ہے بقانونِ سلطانی عمرو کو ملتا ہے جس کو عرف میں معافی دار کہتے ہیں۔ پس اگر عمرو معافی دار اپنا حق (معافی داری) بکر کے ہاتھ بیع یا رہن رکھے جس کا اثر یہ ہوگا کہ بجائے عمرو کے وہ خراج بکر وصول کرنے لگے جس کو قانونِ سلطنت موجودہ جائز رکھتا ہے۔ آیا شرعاً بھی اس حقِ معافی داری کا بیع کرنا یا رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- قال فی الدر المختار وبطل مالیس بمال الخ (درمختار میں ہے کہ جو شے مال نہ ہو اس کی بیع باطل ہے) اور شامی میں ہے قدمنا اول البیوع تعریف المال بما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ وانہ خرج بالادخار المنفعۃ فھی ملک لامال ..... (ہم نے ابواب البیوع کے شروع میں مال کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ جس کی طرف طبائع کا میلان ہو اور جسے حاجت کے اوقات کی خاطر ذخیرہ کیا جا سکے۔ ذخیرہ والی شرط سے کسی شے کی منفعت مال کی تعریف سے خارج رہ گئی کیونکہ وہ مِلک میں تو آتی ہے مگر مال نہیں ہے)۔

ان عبارات وامثال سے واضح ہے کہ اس قسم کے حقوق ومنافع متوقعہ کی بیع ورہن شرعاً درست نہیں بلکہ باطل ہے۔

---

(۲)

موجودہ مرحلے میں قادیانی سرگرمیاں

حال ہی میں مجھے ذیل کا خط ایک محب کی طرف سے موصول ہوا ہے اور میری طرف سے اس کا جواب بھی یہاں پیش کیا جا رہا ہے (ف رص)

سوال:- مجھے چونکہ قادیانی اُمت کے درونِ خانہ کا علم ہے، اس لیے بعض باتیں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

۱۔ جداگانہ انتخابات کے اعلان کے بعد قادیانی مخصوص انداز میں وسوسہ اندازی کر کے

تحریک اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال "اسلامی نظام" نام کا وہ ٹریکٹ ہے جو کلاسیک پر بھی دستیاب ہے اور جسے عباس احمد خان نے لکھا ہے۔ یہ عباس احمد متنبیٔ قادیان کا نہایت قریبی ہے (پتہ: ۵۔ ڈیوس روڈ۔ لاہور) مگر دھوکا دینے کے لیے ٹریکٹ پر کراچی کا ایڈریس تحریر ہے۔ اسے مطالعہ فرمائیے گا۔

۲۔ ہفت روزہ " لاہور" ۱۹۷۴ء کے بعد سے اب تک ——— اور آجکل بطور خاص ——— آئین پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان کے خلاف ژاژ خوانی میں مصروف ہے۔

۳۔ تعلیم اور صحافت پر مرزائی پلانٹ کیے جا رہے ہیں (غالباً مراد یہ ہے کہ قادیانی قیادت کی طرف سے اس کے لیے زور لگایا جا رہا ہے) تاکہ وہ اسلامی نظام کی اس لہر کو اپنے حق میں موڑ سکیں۔

اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ سیارہ ڈائجسٹ لاہور جس نے قرآن نمبر اور رسول نمبر ایسے وقیع نمبر نکالے تھے۔ اس میں آجکل مرزائیوں کی یلغار ہے۔ قلمی اور اصل ناموں سے نئے نئے مرزائی ادیب پیدا ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں چند ماہ سے ایک قادیانی ایڈیٹر عبدالکریم خالد آگھسا ہے۔ اگست ۱۹۸۰ء کے شمارے میں ڈپٹی نذیر احمد کے متعلق ایک مضمون "مسعود شیخ" نامی کسی ہوتق نے لکھا ہے۔ جس میں دو قومی نظریہ پاکستان کا خالق ڈپٹی نذیر احمد کو قرار دے کر فکری انتشار پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور علمائے دین کو بار بار مُلا کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔

ستمبر ۱۹۸۰ء کے شمارے میں پورا اداریہ قومی اتحاد اور کابینہ کے خلاف ہے۔ اور بین السطور اسلام کا بھی مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس قسم کی تحریرات دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اسلامی رسائل نہ تو اس خود کاشتہ پودے کی سرگرمیوں کا نوٹس لیتے ہیں اور نہ ہی ان کی گوناگوں سازشوں پر نظر رکھتے ہیں۔

حضورؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو جو عشق ہے اس کے پیش نظر یہ سطور کر رہا ہوں۔

جواب:۔ (از نعیم صدیقی) آپ نے تحریک اسلامی کی مخالفت میں کام کرنے والی قوتوں میں سے

ایک کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں، کم سے کم ان میں خلوص ضرور ہے۔ آپ کی دی ہوئی معلومات بھی بہت زیادہ وسیع نہیں، محدود سی ہیں اور بالکل سامنے کی ہیں۔ اصل کام دسیوں گنا زیادہ ہے۔

ہم اس امر سے کبھی غافل نہیں ہوئے کہ آج کے حالات کے سمندر میں اسلام کی کشتی کو کھے لے جانا اور ساحل مراد تک پہنچا لینا آسان نہیں ہے۔ ہمارے سامنے الحاد اور مادہ پرستی، سیکولرازم اور سوشلزم، اور نفس پرستی اور خیانت جیسی قوتیں ہیں جو موج و گرداب اور نہنگوں اور مگرمچھوں کی شکل میں حائل ہیں۔ قادیانی جن میں سے کچھ عیاں ہو کر اور کچھ نہاں ہو کر کام کر رہے ہیں، ان قوتوں کے محض مؤید و معاون (سپورٹر) ہیں۔ ان کا معاملہ یہود مدینہ سے ملتا جلتا ہے کہ وہ حضور نبی اکرمؐ کی اٹھائی ہوئی دینی و اخلاقی تحریک کے مقابلے میں مکے کے کفار و مشرکین کو ترجیح دیتے تھے، اور خفیہ اور علانیہ ان سے ہر طرح کا تعاون مدینے کی اسلامی ریاست، اسلامی معاشرے اور اسلامی تحریک کے خلاف کرتے تھے۔

اس وقت ملحدین، مغرب پرستوں اور اشتراکیت کے علمبرداروں کو بہت بڑی پشت پناہی ایک طرف پیپلز پارٹی کے لیڈروں اور کارکنوں سے مل رہی ہے اور دوسری طرف قادیانیوں کی تائیدِ خاص حاصل ہے۔ عام سیاسی دائرے میں بھی اور بیوروکریسی اور پولیس وغیرہ کے دائرے میں بھی ــــ! بلکہ پیپلز پارٹی کی طرف سے پچھلے انتخابی پروگرام (۱۹۷۰) کے تحت پبلسٹی کی جو اسکیم اسلامی تحریک خصوصاً جماعت اسلامی کے خلاف بنی تھی۔ اس کے لئے بے شمار پوسٹر اور پمفلٹ لکھنے والی ٹیم قادیانیوں ہی کی فراہم کردہ تھی۔ نیز اس سے قبل بھی مختلف خاص مراحل (مثلاً ۱۹۶۳) سرکار کے حسب منشا جماعت کے خلاف ان لوگوں نے پوسٹر لکھے اور چھپوائے گئے، جن پر بسا اوقات فرضی اشخاص یا انجمنوں کے نام درج ہوتے تھے۔ اور پرنٹ لائن غائب ہوتی تھی۔

لیکن ہم قادیانیوں کی نشری و اشاعتی "خدمات" کے ساتھ ساتھ ان کی افسرانہ اور ملازمانہ دفتری کارروائیوں پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں اور فی الحال ان سے تعرض نہ کرتے ہوئے بھی ان کی شرارتوں سے واقف ہیں۔ انشاء اللہ وقت پر یہ سارے حالات روشنی میں آجائیں گے۔ اندھیرے کے مکین ابھی آرام سے اپنے اپنے جرائم کو مکمل کرنے میں لگے رہیں۔

البتہ ایک چیز نے نہ صرف ہمیں بے حد شرمسار کر رکھا ہے۔ بلکہ ہماری ساری تحیر آمیز توجہات کو اپنی طرف کر لیا ہے کہ خود ہمارے اپنے ہی دائرے کا گروہ بھی سرمستِ عناد ہے۔ حالانکہ اس کی دلبری کے اعتراف کے لئے ہم نے دل دہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو!

ابھی ہم اِدھر ہی چشمِ غزالیں کی گردشوں اور عشوہ و ناز نو بنو حشر سامانیوں کی داد دینے میں محو ہیں۔ بتانِ عجم کی شان کچھ بھی ہو، بتانِ حرم کی مقام بڑا بلند ہے۔ ہیں تو بت مگر حرمِ پاک کے بت ہیں! اِدھر داد دے چکیں تو پھر اُدھر کی بیداد کا لطف اطمینان سے اٹھائیں گے۔

ہمارے اپنے ہی دائرے کا ایک اور گروہ بھی ایسا ہے جس سے عملاً ہمارا کوئی سیاسی وسماجی یا مذہبی وفقہی جھگڑا نہیں ہے، اور نہ ملت کی طرف سے کوئی جارحیت اس کے خلاف کبھی ہوئی ہے۔ مگر اس کے فدائی بھی دفتروں کی کمین گاہوں میں عہدوں پہ بیٹھ کر ایک خفیہ لبساط بچھائے اس پہ مُہرے آگے پیچھے کرتے رہتے ہیں۔

جب ان اپنوں کی کرم فرمائیاں سامنے آتی ہیں تو غیروں کی ستم کیشیاں فراموش ہو جاتی ہیں۔ تاہم ہم لوگ اوّل روز سے یہ جان کر چلے ہیں کہ ہمارا راستہ کٹھنائیوں سے بھرا پڑا ہے اور ہمیں چٹانوں کو توڑ توڑ کر، اور کانٹوں کی صفوں کو چیر چیر کے ہمیں ایک ایک قدم آگے بڑھانا ہے۔ سو وہ تو ہو گا۔ قلیل سی مہلت ہمیں ملی ہے اور اسی فرصتِ دودم میں اسلامی نظام کی طرح ڈالنی ہے۔ خدا ہمیں ضرور توفیق دے گا۔ یہ یقین اس لئے بھی ہے کہ ہم اکیلے نہیں ہیں۔

قادیانیوں کی حالیہ سرگرمیاں اربابِ اقتدار کو اس امر پہ توجہ دلاتی ہیں کہ ۱۹۷۴ کے دستوری فیصلے کے تحت قوانین و قواعد کی شکل میں جو اقدامات ہونے ضروری تھے اور جو اب تک نہیں ہو سکے اُن کا خلا جلد پُر کیا جائے گا۔

آپ نے معاصر عزیز سیارہ ڈائجسٹ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ بڑی حد تک درست ہے۔ ستمبر کا اداریہ واقعی بہت خراب تھا۔ وہ سیارہ ڈائجسٹ کے ۱۵ سالہ دورِ خدمت کے دامن پہ ایسا داغ بن کر رہ گیا ہے۔ جسے بھلایا تو جا سکتا ہے، مٹایا نہیں جا سکتا۔

(باقی برصفحہ ۴۸)

(بقیہ رسائل و مسائل صفحہ ۴۵)

سیارہ ڈائجسٹ کو چاہیے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ آنے والے مسودات کو پوری حساسیت سے جانچے کہ ان میں کسی فتنے اور شر انگیزی کی بُو تو نہیں ہے۔ دین یا دینی تحریکوں کے کام کو نقصان پہنچانے والا کوئی ایک لفظ بھی اس میں شامل نہیں ہونا چاہیے اور نہ کسی کج فکر ایڈیٹر یا قلمی معاون کو اس کے صفحات تک رسائی کا موقع ملنا چاہیے۔

آخر میں آپ کی طرف سے دیئے اخلاص کے ساتھ دیے ہوئے مشورے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔